

مثنوی

مثنوی، مسلسل اشعار کے ایسے مجموعے کو کہتے ہیں جس میں ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور ہر شعر کے قافیے الگ الگ ہوتے ہیں۔

مثنوی کے اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ اُردو میں طویل اور مختصر دونوں طرح کی مثنویاں لکھی گئی ہیں۔ طویل مثنویوں میں میر حسن کی ”سحرالبیان“ اور دیا شنکر نسیم کی ”گلزارِ نسیم“ بہت مشہور ہیں۔

مثنوی میں رزم و بزم، حسن و عشق، پند و نصیحت، مدح و بجو، ہر طرح کے موضوعات نظم کیے جاسکتے ہیں۔ قدیم مثنویوں میں زیادہ تر عشقیہ قصے اور مذہبی و اخلاقی مضامین نظم کیے گئے ہیں۔ ان عشقیہ قصوں میں وہ تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں جو نثری داستانوں میں ملتی ہیں۔ فوق فطری عناصر کے علاوہ مثنویوں میں اس زمانے کی تہذیب و معاشرت کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔ حالی اور آزاد کے زمانے سے مثنویوں کے اسلوب اور موضوعات میں نمایاں فرق آیا ہے۔ اس کے بعد اس میں مختلف موضوعات و مسائل نظم کیے جانے لگے۔

میر غلام حسن، حسن

(1738ء - 1786ء)



میر حسن کے خاندان کے لوگ ایران سے آکر دہلی میں بس گئے تھے۔ اس خاندان نے اردو زبان و ادب کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ میر حسن کے والد میر غلام حسین ضاحک اچھے شاعر تھے۔ ان کے بیٹے میر خلیق اور ان کے پوتے میر انیس نے اردو شاعری میں مرثیہ گوئی کی نئی راہیں نکالیں۔ میر حسن کچھ دنوں تک میر درد کے شاگرد رہے۔ جب دہلی سے بہت سے لوگوں کا تعلق ٹوٹا تو میر حسن کے والد بھی فیض آباد چلے گئے۔ وہاں سے لکھنؤ پہنچے اور وہیں انتقال کیا۔ میر حسن نے غزلیں بھی لکھی ہیں لیکن ان کی شہرت کا دار و مدار ان کی مثنوی ’سحر البیان‘ پر ہے۔ یہ مثنوی میر حسن نے انتقال سے کچھ ہی پہلے مکمل کی تھی۔ ’’سحر البیان‘‘ کی شہرت اور مقبولیت کے سامنے دوسرے بہت سے شعرا کی مثنویاں اور خود میر حسن کی دوسری مثنویاں ماند پڑ گئیں۔

منظر نگاری، واقعہ نگاری اور کردار نگاری کو دلچسپ اور متحرک شکل میں پیش کرنے اور کہانی کو مربوط طریقے سے بیان کرنے میں میر حسن کو خاص مہارت حاصل تھی۔ ان کی مثنوی مختلف اشیاء اور مظاہر کے ذکر سے بھری ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مثنوی کی کہانی اگرچہ بالکل خیالی ہے لیکن اس کے واقعات اور کردار جیتے جاگتے اور ہماری دنیا کے باسی معلوم ہوتے ہیں۔

داستان شہزادے کے غائب ہونے کی اور غم سے ماں باپ اور سب کے حالت تباہ کرنے کی

یہاں کا تو قصہ میں چھوڑا یہاں
کروں حال ہجراں زدوں کا رقم
گھلی آنکھ جو ایک کی واں کہیں
نہ ہے وہ پلنگ اور نہ وہ ماہ رو
رہی دیکھ یہ حال حیران کار
کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی
کوئی بللاتی سی پھرنے لگی
کوئی سر پہ رکھ ہاتھ، دل گیر ہو
کوئی رکھ کے زیرِ زخماں چھڑی
رہی کوئی اُنکی کو دانتوں میں داب
کسی نے دیے کھول سنبل سے بال
نہ بن آئی کچھ ان کو اس کے سوا
سنی شہہ نے القصہ جب یہ خبر
کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی

ذرا اب سنو غم زدوں کا بیاں
کہ گزرا جدائی سے کیا اُن پہ غم
تو دیکھا کہ وہ شاہ زادہ نہیں
نہ وہ گل ہے اس جا، نہ وہ اس کی بُ
کہ یہ کیا ہوا ہائے پروردگار
کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی
کوئی ضعف ہو ہو کے گرنے لگی
گئی بیٹھ، ماتم کی تصویر ہو
رہی نرگس، آسا کھڑی کی کھڑی
کسی نے کہا: گھر ہوا یہ خراب
تپانچوں سے جوں گل کیے سُرخ گال
کہ کہیے یہ احوال اب شہہ سے جا
گرا خاک پر کہہ کے: ہائے پسر!
کلی کی طرح سے یکس رہ گئی

کہا شہمہ نے : وہاں کا مجھے دوپٹا عزیزو! جہاں سے وہ یوسف گیا
 گئے لے وو شہمہ کو لبِ بام پر دکھایا کہ سوتا تھا یہاں سیم بر
 یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا کہا: ہائے بیٹا ، تو یہاں سے گیا!
 مرے نوجواں ! میں کدھر جاؤں پھر نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر!
 عجب بحرِ غم میں ڈبویا ہمیں غرض جان سے تو نے کھویا ہمیں
 کروں اس قیامت کا کیا میں بیاں ترقی میں ہر دم تھا شور و فغاں
 لبِ بام کثرت جو یک سر ہوئی تلے کی زمیں ساری، اوپر ہوئی
 شب آدھی، وہ جس طرح سوتے کٹی
 رہی تھی جو باقی، سو روتے کٹی

میر حسن

مشق

لفظ و معنی

ہجراں زدہ	:	جدائی کا مارا ہوا
رقم	:	تحریر (اس کے معنی روپیہ پیسہ کے بھی ہوتے ہیں)
ماہ رو	:	چاند جیسے چہرے والا
جا	:	جگہ
ضعف	:	کمزوری
دل گیر	:	مغموم، رنجیدہ، غمگین، دل گرفتہ

زخداں	:	ٹھوڑی
سُنبل	:	ایک قسم کی خوشبودار پیل
پسر	:	بیٹا
پکس	:	مُر جھانا
بام	:	بالا خانہ، کوٹھا
سیمبر	:	چاندی جیسے بدن والا
چہر	:	بوڑھا
شور و فغاں	:	بلند آواز سے رونا

غور کرنے کی بات

- میر حسن کی یہ مثنوی تقریباً دو سو سال پرانی ہے۔ اس کی خوبی اس کی سادگی اور جادو بیانی ہے اسی لیے اس کا نام 'سحرالبیان' رکھا گیا ہے۔ اس مثنوی میں ایک ایسے بادشاہ کا ذکر ہے جس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ بہت مثنوی مرادوں کے بعد اس کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جو بہت ہی خوب صورت تھا اس لیے اس کا نام بے نظیر رکھا گیا۔ نجومیوں کے کہنے کے مطابق شہزادے کے لیے بارہ سال خطرناک تھے اس لیے اسے کھلے آسمان کے نیچے نہیں جانا تھا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بارہ سال پورے ہونے سے چند گھنٹیاں پہلے شہزادہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھت پر جا کر سو گیا اور ایک پری اس کی خوب صورتی کی وجہ سے اس پر عاشق ہو گئی اور اسے اڑا کر لے گئی۔ آپ کے نصاب میں اس سے آگے کا اقتباس شامل ہے جس میں شہزادے کے غائب ہونے کے بعد محل کے اندر جو آہ و فغاں کا طوفان اٹھا اس کی عکاسی بہت پر اثر انداز میں کی گئی ہے۔

سوالوں کے جواب لکھیے

1. 'ماہِ رُو اور گُلِ رُو کے الفاظ کس کے لیے اور کس شعر میں استعمال ہوئے ہیں؟
2. 'سر پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھنا' اور 'دانتوں میں انگلی دبانا' کے کیا معنی ہیں؟
3. 'تلے کی زمین ساری اوپر ہوئی' اس مصرع کا کیا مطلب ہے؟
4. شہزادے کے غائب ہونے پر کنیزوں نے کس طرح اپنے غم کا اظہار کیا ہے؟ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

عملی کام

- استاد کی مدد سے شعروں کی بلند خوانی کیجیے۔
- نیچے دیے گئے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے۔
- کچھ بن نہ آنا، دانتوں میں انگلی دبانا، کھڑی کی کھڑی رہ جانا
- مثنوی کے کس شعر میں کون سی تلمیح استعمال کی گئی ہے، لکھیے۔
- اس مثنوی کے ایسے شعروں کی نشان دہی کیجیے جن میں صنعتِ تشبیہ ہو یہ بھی لکھیے کہ کس چیز کو کس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے۔